78 Nabaa Makky Aayaath 40 (۷۸)

سورۂ نبأ

(مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ اس کی چالیس آیتیں ہیں)

سورۂ نبأ کے دوسرے نام اس سورت شریفہ کے یہ نام بھی ہیں:۔ سورۂ عمّ، سورۂ عمّ یتساءلون، سورۂ تساؤل، اور سورۂ والمعصرات۔ پہلے دو نام اس کے کلمۂ آغاز کے اعتبار سے ہیں اور تساؤل تو یتساءلون کا مصدر ہی ہے۔ اور معصرات جس کا بیان آگے آرہا ہے یہ کلمہ پورے قرآن کریم میں صرف یہیں ایک جگہ آیا ہے۔ چونکہ کسی چیز کا نام محض اس کی شناخت کے لئے رکھا جاتا ہے اور یہ کلمہ پورے قرآن کریم میں کہیں اور جگہ استعمال نہیں فرمایا گیا لہذا سورے کو یہ نام دینے سے شناخت کا مقصد اچھی طرح حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بات تو پیشتر کئی جگہ بتلا دی گئی ہے کہ کسی چیز کے ایک سے زیادہ اسماء ہوں تو یہ اس کے شرف اور عظمت کی دلیل ہے۔ جب اس سورت شریفہ کے بھی یہ پانچ نام ہیں تو اس سے اس سورے کا شرف ظاہر ہے۔

ماقبل سے ربط سورۂ ماقبل سے اس کا ربط کئی وجوہ سے ہے۔ ایک یہ کہ بعث بعد الموت پر اللہ سبحانہ کے قادر ہونے کا بیان، سورۂ ماقبل میں تھا، یہاں بھی دوسرے

انداز میں ہو رہا ہے۔ دوسرا یہ ہر دو سورتوں کے مضامین اور طرز بیان ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے۔ مثلاً سورۂ ماقبل میں الم نهلك الاولين، الم نخلقكم من ماء مهين، الم نجعل الارض كفاتا ارشاد ہوا تھا اور یہاں الم نجعل الارض مهادا سے اسی بیان کو شروع کرکے چلتا کا سلسلہ آغاز فرمایا گیا ہے۔ پھر سورۂ والمرسلات میں لاى يوم اجلت، ليوم الفصل، وما ادرٰك ما يوم الفصل ارشاد ہوا تھا اور یہاں ان يوم الفصل كان ميقاتا اسی یوم الفصل کی تفصیل بیان فرمائی جا رہی ہے۔ اس کے سوا اور بھی مناسبات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝ الَّذِي هُمْ فِيهِ 78-1
مُخْتَلِفُونَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ کیا بات پوچھتے 78-2
78-3
ہیں یہ آپس میں؟ اس بڑی خبر سے؛ جس میں وہ مختلف خیالات رکھتے ہیں۔ ہاں ہاں 78-4
یہ اب جان لیں گے، پھر ہاں ہاں یہ عنقریب جان لیں گے۔ 78-5

طلبہ علوم عربیہ سے خطاب | عَمَّ "دراصل عَنْ مَا تھا یعنی کس چیز سے یا کس چیز کی بابت؛ کلمۂ مَا موصولہ بھی ہوتا ہے اور استفہامیہ بھی۔ جب اس حرف جار

سورہ ۷۸ (آیت ۱-۵)

داخل ہوتا ہے تو مَا موصولہ اور مَا استفہامیہ میں فرق کرنے کے لئے مَا استفہامیہ کے آخر کا الف حذف کرکے صرف مَ لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ جیسے لِمَ، بِمَ، فِیمَ وغیرہ۔ لیکن عَنْ مَ میں چونکہ ن اور مَ قریب المخرج ہیں اس لئے نون کا میم میں ادغام کر دیا گیا۔ اسی طرح مِمَّ میں بھی یہی طریقہ ملحوظ رہا ہے۔

عَمَّ یتساءلون کی تفسیر ارشاد ہو رہا ہے: عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ۔ یہ لوگ یعنی کفار مکہ کیا بات آپس میں پوچھتے رہتے ہیں؟ یعنی کیا بات ہے کہ کفار کی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں، دعوتیں دی جا رہی ہیں، دعوت نامے تقسیم ہو رہے ہیں۔ آدمیوں کو بھیج بھیجکر ایک دوسرے کو بلایا جا رہا ہے۔ آخر بات کیا ہے جو اس قدر اہتمام و انتظام کیا جا رہا ہے؟ ان پر کونسی آفت آئی اور کیا مصیبت درپیش ہوئی اور کونسا آسمان ان پر ٹوٹ پڑا جو ایسی گرم جوشی دکھائی جا رہی ہے؟

عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ۔ اسی زبردست، عظیم الشان خبر اور اسی مہتم بالشان واقعہ کی نسبت یہ پوچھا پاچھی ہو رہی ہے جسکی بابت یہ شروع سے مختلف الرائے ہیں۔

ایک توہم کا جواب اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے یہ نہ سمجھا جائے کہ حقیقت میں باری تعالیٰ شانہ کو کسی سے کچھ دریافت کرنا منظور ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ سے

کوئی چیز مخفی نہیں۔ ان اللہ لا یخفی علیہ شیئ فی الارض ولا فی السماء "اللہ سبحانہ تعالیٰ پر کوئی چیز نہ زمین کی اور نہ آسمان کی پوشیدہ ہے۔" بلکہ کفار کے یہ اجتماعات جس خبر یا واقعہ پر غور کرنے کے لئے ہو رہے ہیں اس کی اہمیت جتانی مقصود ہے کہ یہ امر مہتم بالشان تو ہے مگر اس میں ان کا اختلاف رائے کیوں ہے؟ اور اس میں کسی خلاف کی گنجائش ہی کہاں ہے؟ اگر ضد اور ہٹ یا تعصب و تنگ نظری کو دل سے نکال دیا جائے اور ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آسکتی ہے جو بالکل ظاہر ہے۔

نبأ عظیم کی تفسیر اب وہ "نبأ عظیم" یعنی عظیم الشان خبر یا واقعہ کیا ہے اس میں تین اقوال ہیں:۔

۱۔ قیامت۔ یعنی مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہونا۔

یہ قول قتادہ کا ہے اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے۔ چنانچہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں:۔

النبأ العظیم ھو البعث بعد الموت صار الناس فیہ رجلین مصدق و مکذب فاما الموت فاقروا بہ کلھم لمعاینتھم ایاہ واختلفوا فی البعث بعد الموت۔ (عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر) نبأ عظیم سے مرنے کے بعد جی اٹھنا مراد ہے۔ اس میں ان لوگوں کے دو گروہ ہو گئے۔ کوئی اس کی تصدیق کرنے والا اور کوئی تکذیب کرنے والا۔ رہی موت، اس کا تو سب کو اقرار تھا کیونکہ سب ہی اسکو دیکھتے تھے اور

بعث بعد الموت میں ان کو اختلاف تھا۔" اس میں کفار کے تین گروہ تھے۔ ایک کہتا تھا
کہ یہ امر محال ہے۔ ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما یھلکنا الا الدھر
وما نحن بمبعوثین۔ ہماری اس موجودہ زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں ہے۔
ہم مرتے بھی ہیں اور زندہ بھی رہتے ہیں (ہمارا مارنے اور جلانے والا یہی زمانہ ہے
اور ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے" یہ دہریہ قسم کے لوگ ہیں جو
خدا کے قائل ہی نہیں۔ دوسرا گروہ خدا کا قائل تو ہے اور حساب وکتاب کو بھی مانتا ہے
مگر اس کا یہ زعم باطل ہے کہ بُت جن کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں وہ مصیبت کے وقت
اللہ سبحانہ تعالیٰ سے سفارش کرکے ان کو چھڑالیں گے۔ وہ کہتے تھے:۔ ھٰؤلاءِ
شفعآؤنا عند اللہ۔ یہ بت اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کریں گے۔"
تیسرا گروہ وہ ہے جس کو اس بارے میں شک اور تردد ہے وہ کہتا تھا:۔ ما ندری
ما الساعۃ ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین۔ ہمیں معلوم نہیں کہ قیامت کی
ساعت کی کیا حقیقت ہے ہم کو موہوم سا گمان ہے اور ہم کو اس پر یقین نہیں۔"

دوسری تفسیر ۲۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ " نبأ عظیم" سے قرآن کریم مراد ہے۔ چنانچہ
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ النبأ العظیم قال القرآن۔ (ابن مردویہ)۔
" نبأ عظیم" قرآن کریم ہے۔" مجاہد بھی یہی کہتے ہیں۔ یہ تفسیر سورۂ صٓ کی اس آیۂ کریمہ

مبنی ہے :- قل ھو نبأ عظیم انتم عنہ معرضون ۔ آپ فرمائیے وہ قرآن عظیم الشان خبر ہے تم اس سے روگرداں ہو " قرآن کریم کی نسبت بھی کفار مختلف باتیں کہا کرتے تھے ۔ کوئی کہتا کہ یہ اساطیر الاوّلین ہے یعنی اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں " لو نشاء لقلنا مثل ھذا ۔ اگر ہم چاہیں تو ایسی کہانیاں ہم بھی سنا سکتے ہیں " کوئی کہتا :- ان ھذا الا اختلاق ۔ یہ تو صرف من گھڑت ہے " کوئی کہتا :- انما یعلمہٗ بشر ۔ اس قرآن کی تعلیم ان کو ایک شخص روزانہ تھوڑی تھوڑی دیا کرتا ہے " اگر ایسا نہیں تو لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ ۔ پورا قرآن یکدم ان پر کیوں نہیں اتار دیا گیا " غرض ایسی مختلف باتیں قرآن کریم کی نسبت یہ لوگ کہتے تھے ۔ ان کے جوابات مذکورہ آیات کریمہ کے ساتھ ساتھ اللہ پاک نے دیئے ہیں ۔

تیسری تفسیر تیسری تفسیر یہ ہے کہ نبأ عظیم سے حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کی ذات اقدس مراد ہے ۔ یہ اس اعتبار سے کہ آپ کی بعثت شریفہ کی خبر کتب سابقہ میں دی گئی تھی اور صاف و صریح طور پر آپ کی آمد آمد سے اہل کتاب کو مطلع کر دیا گیا تھا جس کا عرصہ سے لوگوں کو انتظار تھا ۔ جب آپ اس پیشین گوئی کے مطابق تشریف لائے تو مختلف الرائے ہو گئے ۔ کوئی کہتا کہ آپ شاعر ہیں اور کوئی کہتا کہ ساحر ہیں ۔ کوئی کہتا کہ کاھن ہیں اور کوئی کہتا کہ دیوانے

ہو گئے ہیں۔ ان تمام فاسد خیالات کے جوابات بھی برموقع، قرآن کریم میں دئے جاچکے ہیں۔ بہرحال نبأ عظیم سے قیامت مراد ہو یا قرآن کریم، یا حضور انور کی ذات قدسی صفات، علیہ الف الف تحیات و تسلیمات، ان میں سے جس امر کی نسبت بھی کفار مختلف الرائے رہے ہوں ان کو جواب دیا جارہا ہے:—

سیعلمون کی تفسیر كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ۔ واقعہ ایسا نہیں ہے جو یہ کہتے ہیں حقیقت حال کو یہ عنقریب جان لیں گے پھر ہاں ہاں اس حقیقت نفس الامری کا علم ان کو بہت جلد ہو جائے گا۔" یہاں عنقریب سے مراد یا تو واقعہ بدر کی طرف اشارہ ہے۔ جو اسی حیات دنیا میں ہجرت کے ایک سال بعد ہی پیش آنے والا تھا۔ یا یہ کہ قیامت مراد ہے کیونکہ یہ امر مسلم ہے:—

کل ما ھو آتٍ قریب۔ ہر وہ چیز جو آنے والی ہے قریب ہی ہوتی ہے۔"

اسی وجہ سے قیامت کی تعبیر روز آئندہ سے کی گئی ہے۔ سورۂ حشر میں ارشاد ہوا:—

ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ ایک ایک متنفس کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے کل کے لئے کیا تیاری کی ہے۔" مثل مشہور ہے:— فردا گویند و فردائے قیامت مرادمی گیرند۔

آئندہ بیان کی تمہید تم کو قیامت قرآن کریم اور رسول کریم کے تسلیم کرنے میں کیوں پس و پیش ہے اور یہ اختلاف رائے کس بنا پر ہے؟ تمہارے شک اور تردد کو دفع کرنے

کے لئے ہم چند چیزوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ ان پر سب مل کر اچھی طرح غور کرو
اور بتلاؤ کہ یہ کس کی بنائی ہوئی ہیں اور کیوں بنائی ہیں؟ اگر کسی نے نہیں بنائیں تو یہ
خود بخود کیسی بن گئیں۔ اور اگر کسی کی بنائی ہوئی ہیں تو ان کا بنانے والا ہمارے سوا
اور کون ہے؟ جب یہ ہماری بنائی ہوئی ہیں اور تمھارے جسمانی آرام اور فائدے کیلئے
بنائی ہیں جو دو روزہ ہے، تو تمھارے روحانی آرام اور فائدے کا کوئی سامان نہیں کیا ہوگا؟
جس سے تم ابدالآباد آرام پاتے رہو اور ان کے فوائد سے متمتع ہوتے رہو؟ ذرا غور کرو سوچو
اور سمجھو۔ اس سے ہماری توحید، قدرت اور روز جزا کی ضرورت ثابت ہوگی۔ اسی طرح
ان باتوں کو سمجھانے کے لئے اللہ کی کتاب، اور رسولوں کی بعثت کی ضرورت معلوم ہوجائیگی۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ کیا ہم نے 78-6 78-7
نہیں بنایا زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں ۔

زمین اور پہاڑوں کی آفرینش یہ زمین جس پر تم رہتے بستے، چلتے پھرتے، کام کاج
کرتے، پھر اس پر بیٹھتے لیٹتے، کروٹیں بدلتے، آرام وسکون حاصل کرتے ہو اور اپنا تکان دفع
کرتے ہو اور وہ تمھارے بچھونے کا کام دے رہی ہے۔ یہ کس کی بنائی ہوئی ہے؟ کیا یہ زمین
ہم نے نہیں بنائی؟ پھر زمین کو پانی پر رکھا گیا تھا جس کے باعث وہ ہلتی تھی تو ہم نے پہاڑ
پیدا کرکے زمین کے اضطراب اور اس کی کپکپی کو دور کردیا جس کے باعث تم زمین پر سکون سے

رہ سکتے ہو، یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کفار مکہ خدا کو مانتے تھے۔ منکر خدا اور دہریے نہ تھے اسی وجہ سے طرز کلام اور طریقۂ خطاب ایسا اختیار فرمایا گیا جو ان کے نزدیک مسلم اور عام طور پر مشہور و مقبول تھا۔ دہریوں اور منکرین خدا مخاطب نہ تھے ورنہ سلسلہ کلام ان کے لحاظ سے کچھ اور ہی ہوتا۔ کلام الٰہی کی بلاغت اور اس کی بہت بڑی خوبی ایک یہ بھی ہے کہ جس فریق کو مخاطب کیا جائے اسی کے مشہورات و مسلمات سے بحث آغاز کرے تاکہ خطاب کا مقصد بآسانی حاصل ہو۔ اور بات اچھی طرح ذہن نشیں ہو جائے۔ عہ

78-8
وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَّجَعَلْنَا 78-9
78-1
الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۚ اور بنایا ہم نے تم کو جوڑے جوڑے 78-1

عہ **حضرت بشر حافی کا واقعہ** | کہتے ہیں کہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن تلاوت فرما رہے تھے جب اس آیہ کریمہ پر پہنچے تو بڑی رقت طاری ہوئی۔ زار و زار رونے لگے۔ بار اس آیہ کریمہ کا اعادہ فرماتے اور توبہ و استغفار کرتے جاتے کہ الٰہی! بشر نے بڑی گستاخی کی اور آج تک گستاخ بنا رہا کہ آپ کے بنائے ہوئے بچھونے پر جوتیاں پہن کر چلتا رہا۔ اس کے بعد سے برہنہ پا چلنے لگے۔ اسی وجہ سے آپ کا نام حافی (برہنہ پا پھرنے والا) ہوا۔ کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ کو حضرت بشر حافی کی یہ ادا پسند آئی پھر عنایت الٰہی یہ ہوئی کہ بشر جس طرف تشریف لیجاتے زمین بالکل پاک صاف کوڑا کرکٹ دور کانٹے وغیرہ نکال دیے جاتے بلکہ غبار تک نہ رہتا تاکہ بشر کے پاؤں آلودہ نہ ہوں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اور بنایا ہم نے نیند کو تمھاری تھکان دفع کرنے کے لئے' اور بنایا ہم نے رات کو تمھارا

پردہ پوش' اور بنایا ہم نے دن کو کمائی کے لئے۔"

ازواجاً کی تفسیر آیۂ کریمہ وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا کے ذریعہ ارشاد ہو رہا ہے کہ نہ صرف ہم نے تم کو پیدا کیا بلکہ تمھارے نر و مادہ جوڑے بنائے۔ کسی کو مرد بنا کر پیدا کیا تو کسی کو عورت' تاکہ ان دونوں کے ازدواج سے ذریت انسانی بڑھتی اور ترقی کرتی رہے اور پھلتی پھولتی جائے۔ اور بسیط زمین نسل انسانی سے آباد رہے۔ ظاہر ہے کہ ترقی اور افزائش کسی اچھی نوع کو دی جاتی ہے۔ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ کے نزدیک تمہاری کیسی قدر و منزلت ہے اور تم اس کو کس درجہ محبوب و مرغوب ہو۔

کائنات پر انسان کا اقتدار حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:۔ فقالت الملائکۃ یا رب اخلقت خلقا هو اشد من هذه قال الحدید قالوا فخلقت خلقا هو اشد من الحدید قال النار قالوا فخلقت خلقا هو اشد من النار قال الماء قالوا فخلقت خلقا هو اشد من الماء قال الریح قالوا فخلقت خلقا هو اشد من الریح قال البناء قالوا فخلقت خلقا هو اشد من البناء قال آدم۔

(ابن المنذر) اللہ سبحانہ نے جب زبردست پہاڑوں کو پیدا کیا تو فرشتوں نے عرض کیا:۔ پروردگار! آپ نے کوئی مخلوق ایسی پیدا کی ہے جو ان سے بھی سخت تر ہو؟ تو فرمایا' ہاں' لوہا پیدا کیا ہے۔ عرض کیا گیا:۔ کیا لوہے سے بھی سخت تر کوئی چیز پیدا کی؟ تو ارشاد ہوا:۔ آگ۔ عرض کیا:۔ کیا آگ سے بھی سخت تر کوئی چیز بنائی؟ ارشاد ہوا کہ پانی۔ عرض کیا:۔ کیا پانی سے بھی سخت تر کوئی چیز بنائی؟ ارشاد ہوا:۔ ہوا۔ عرض کیا:۔ کیا ہوا سے بھی سخت تر کوئی چیز پیدا کی؟ فرمایا عمارات' پھر عرض کیا کہ عمارات سے بھی سخت تر کوئی مخلوق پیدا کی؟ تو فرمایا:۔ آدم" یہاں غلبہ اور برتری کا اظہار مقصود ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو سب کائنات پر غلبہ حاصل ہے۔ غور کیجئے کہ اللہ سبحانہ نے انسان کو کیا غلبہ اور اقتدار تمام کائنات پر دیا ہے لہذا اس کا شکر ادا کرتے رہنا فرض عبدیت ہے۔

سُبَاتًا کی تفسیر وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا۔ اور بنایا ہم نے نیند کو تمھاری تھکان دفع

کرنے کے لئے"۔ انسان دن بھر کام میں لگا رہتا ہے۔ شام ہوتی ہے تو اعضا میں تکان محسوس کرتا ہے۔ حواس اپنے اپنے کام کرتے ہوئے شام کو جواب دیدیتے ہیں۔ تمام قویٰ اور صلاحیتیں کھوئی جاتی ہیں۔ اب آرام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آرام نہ ملے تو انسان کے بیمار ہوجانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ حکیم علی الاطلاق نے دن بھر کا تکان دفع کرنے کے لئے نیند پیدا کی۔ نیند کیا ہے؟ النوم اخوالموت۔ "نیند موت کا بھائی ہے" یعنی موت کے مماثل۔ جس میں حواس مختل اور عقل وفہم معطل ہوجاتی ہے۔ سارے کام کاج چھوٹ جاتے ہیں اور انسان ایک مردے کی طرح پڑا رہتا ہے مگر یہ نیند بھی اللہ سبحانہ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ رات کے چند گھنٹے آرام لینے کے بعد تمام اعضاء وجوارح کی تھکان دفع ہوتی اور مضمحل شدہ ساری توانائیاں اور صلاحیتیں بحال ہوجاتی ہیں۔ یا تو انسان رات کو عاجز و ناتوان ہوکر درماندہ رہ گیا تھا اور صبح کو اٹھا تو نہایت چاق وچوبند قویٰ توانا پایا جا رہا ہے۔ سوچو کہ نیند بھی کیسی نعمت عظیمہ ہے۔

لِبَاساً کی تفسیر وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاساً۔ اور بنایا ہم نے رات کو تمہاری پردہ پوشی کرنے والی"۔ رات بھی اللہ سبحانہ کی ایک نعمت ہے اور رات کی تاریکی دوسری نعمت۔ انسان کے لئے اگر نور اور روشنی کارآمد ہے تو تاریکی سے وہ بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ اسکو تاریکی بھی درکار ہے۔ اس سے سکون واطمینان پیدا ہوتا ہے اور اسی سے انسان کو نیند آتی ہے اور آرام وچین نصیب ہوتا ہے۔ جو کام غور وفکر سے کرنے کے ہوتے ہیں وہ ایسے ہی مواقع کے طالب

ہوتے ہیں۔ دنیادار اگر رات کے اوقات فرصت میں دنیوی کاروبار کے منصوبے بناتے ہیں تو سالکان راہ آخرت اخروی منازل طے کرنے کی فکر میں لگے ہوئے منتظر رہتے ہیں کہ کب رات کی تاریکی آئیگی اور کب وہ مشغول بحق ہوں گے۔ اور اپنا مدعائے قلبی اپنے مالک سے عرض کریں گے۔

ابن عمرؓ کا خواب حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ اپنے خواب حضور سے بیان کرتے اور تعبیر لیتے تھے مجھے بھی آرزو رہتی کاش میں بھی کوئی خواب دیکھتا اور آپ سے اس کی تعبیر لیتا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ میں نوجوان لڑکا تھا اور مسجد نبویؐ ہی میں سوتا تھا۔ پس میں نے ایک خواب دیکھا:۔ کأنّ ملکین اخذانی فاذھبا بی الی النار فاذا ھی مطویّة کطیّ البئر واذا لھا قرنان واذا فیھا اناس قد عرفتھم فجعلت اقول اعوذ باللہ من النار قال فلقینا ملك آخر فقال لی لم تُرَع فقصصتھا علی حفصة فقصّتھا حفصة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال نعم الرجل عبداللہ لوکان یصلّی من اللیل۔ گویا دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے چلے۔ کنوئیں کی طرح اس کی بندش پختہ تھی اور اس کے دو جانب تھے۔ اس میں میری جان پہچان کے لوگ بھی تھے۔ میں کہنا شروع کیا:۔ اعوذ باللہ من النار میں دوزخ سے اللہ کی پناہ ڈھونڈتا ہوں" پھر ہم کو ایک اور فرشتہ ملا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ میں نے یہ خواب (اپنی ہمشیر ام المومنین) حفصہؓ سے بیان کیا اور حفصہؓ نے

اس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ عبداللہ اچھا آدمی ہے کاش وہ رات کو کچھ نماز پڑھ لیا کرتا" راوی کہتے ہیں:۔ وکان بعد لاینام من اللیل الا قلیلا۔ پھر ابن عمرؓ اس کے بعد راتوں کو کچھ ہی سویا کرتے تھے" اکثر حصہ نمازہی میں بسر ہوتا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مَعَاشًا کی تفسیر وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۔ "اور بنایا ہم نے دن روزی کمانے کیلئے"۔

اہل ہیئت کے نزدیک دن کا آغاز طلوع آفتاب سے ہوتا ہے اسی بنا پر ان کا مشہور مسلمہ مقولہ ہے کہ اذا کانت الشمس طالعة فالنهار موجود۔ "جب آفتاب طلوع کرے تو دن آموجود ہوگا"۔ لیکن شرع شریف کی اصطلاح میں طلوع صبح صادق ہی سے دن کا آغاز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ دار صبح صادق کے نکلنے سے پیشتر ہی سحری ختم کر دیتے ہیں۔ کیونکہ دن تمام ان کو روزہ رکھنا ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی دن ہیئت داں لوگوں کے دن سے تقریباً (۱/۹) حصہ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ مسلمان کی روزی دو طرح کی ہے' ایک وہ جس کا تعلق حیات دنیا سے ہے۔ دوسری وہ جو حیات اخروی میں کارآمد ہو۔ اقوام عالم پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ تمام قومیں نیند سے اٹھتی ہیں تو وہ فکر معاش میں لگ جاتی ہیں۔ اگر کوئی قوم اپنے طریقہ کے موافق عبادت کرتی بھی ہے تو ان کی عبادت کا حقیقی وقت طلوع آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے مگر مسلمان کہ طلوع صبح صادق کے ساتھ ہی دعوت نماز دیتا اور عبادت الٰہی میں مشغول و

موظف ہو جاتا ہے۔

علی الصباح کہ مردم بکار و بار روند　　بلاکشان محبت بکوئے یار روند

مسلمان کو حیات دنیا سے اتنی دلچسپی نہیں جتنی کہ حیات اخروی سے دل بستگی ہے وہ پہلے حیات اخروی کا سامان کرے گا پھر کہیں تلاش معاش میں مشغول ہوگا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ اللّٰھم لا عیش الا عیش الاٰخرۃ۔ الٰہی کوئی زندگی و معیشت نہیں سوائے معیشت آخرت کے۔" دنیوی زندگی دو روزہ اور فانی، اور حیات اخروی پائندہ اور باقی۔ فانی کو باقی پر ترجیح نہیں ہو سکتی۔ غور کرو کہ دن بھی اللہ سبحانہ کی کیسی نعمت عظمیٰ ہے؟

معاشاً کی دوسری تفسیر حضرت مجاہدؒ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔ یبتغون من فضل اللہ (فریابی، عبدبن حمید، ابن جریر، ابن المنذر) اللہ سبحانہ کے فضل کی تلاش کرتے ہیں۔" فضل اللہ عام ہے۔ اس سے ذرائع معاش بھی مراد ہو سکتے ہیں، اور طلب علم و عرفان یا تحصیل کمال و ہنر وغیرہ بھی۔ بہر حال زندگی کے جو جو کام انسان انجام دیتا ہے سبھی اس میں داخل ہیں۔ خواہ ان کا تعلق حیات دنیا سے ہو یا حیات آخرت سے۔

78-1 وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا
78-1

(٧٨، ١٢، ١٣، پ ٣٠)

وَّهَّاجًا ۝ اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اور ہم نے ایک روشن چراغ بنایا۔

یعنی تم سے اوپر ہم نے سات بلندیاں بنائیں۔ اس سے سات آسمان مراد ہیں جو نہایت مضبوط ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے اب تک کتنے ہی حوادث رونما ہوئے اور کتنے ہی سال گزرے مگر ان میں اب تک نہ کوئی شگاف یا رخنہ پڑا اور نہ بوسیدگی اور کہنگی کے آثار نمایاں ہوئے جس حالت پر پیدا ہوئے تھے اس پر برابر قائم و برقرار ہیں۔ جہاں کہیں سے دیکھو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے ستون کا نہایت رفیع الشان گنبد کھڑا ہوا ہے۔ پھر ایسے عالیشان گنبد کی مناسبت کے لحاظ سے اس میں ایک چراغ روشن کیا' یعنی آفتاب کہ اس کی چمکتی اور جگمگاتی روشنی سے چاردانگ عالم منور بھی ہے اور حرارت بھی حاصل کر رہا ہے۔ اس روشنی اور حرارت سے اہل عالم کو ان گنت فوائد اور منافع حاصل ہیں۔ یہ گنبد اور یہ چراغ باوصفیکہ تم سے اتنی مسافت بعیدہ پر ہے

ھ وَهَّاجًا۔ الوھج حصول الضوء والحر من النار والوھجان کذلك وقوله وجعلنا سراجا وھاجا ای مضیئا وقد وھجت النار توھج ووھج یھج ویوھج وتوھج الجوھر تلألأ (مفردات) آگ سے روشنی اور گرمی کے حاصل ہونے کو وھج کہتے ہیں۔ وھجان کے بھی یہی معنی ہیں۔ ارشاد باری وجعلنا سراجا وھاجا کے معنی ہیں ہم نے بنایا "ایک چراغ زبردست روشنی اور حرارت دینے والا"۔ محاورہ عرب ہے:- وھجت النار۔ "آگ نے روشنی اور حرارت پہنچائی"۔ اس کا مضارع یھج اور یوھج دونوں آتے ہیں۔ توھج الجوھر اس وقت کہتے ہیں جب کہ گوہر جگمگانے لگے۔

لیکن ان کے بے شمار فوائد اور منافع ہر آن و ہر لحظہ تمھیں پہنچ رہے ہیں۔ سبحانہ ما اعظم شانہ۔

78-1 وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًاۙ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًاۙ 78-1

78-1 وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًاؕ اور ہمیں نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا تاکہ ہم نکالیں

اس سے اناج اور سبزہ، اور باغات گھنے۔"

معصرات کی تفسیر مفسرین کرام میں کسی نے "معصرات" سے ابر مراد لیا ہے جس کے نچوڑے جانے سے پانی برستا ہے یعنی ابر کا ایک حصہ دوسرے کو دباتا ہے تو ابر دب کر پانی برسنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور کسی نے ہوا مراد لی ہے جس کے دباؤ سے ابر نچوڑا جاتا ہے اور بارش ہوتی ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں:۔ وانزلنا من المعصرات قال من السمآء وبعضھم یقول من الریح۔ (عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، خرائطی) معصرات سے مراد آسمان (ابر) ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہوا مراد ہے۔"

عہ ثَجَّاجًا۔ ای منصبًّا بکثرۃ والمراد تتابع القطر حتی یکثر الماء فیعظم النفع بہ یقال ثجّ الماءُ ای سال بکثرۃ وانصب۔ وثجّہ غیرہ ای اسالہ وصبہ۔ فھو لازم ومتعدٍّ ومن الثانی قولہ علیہ الصلاۃ والسلام افضل الحج العجّ والثجّ ای رفع الصوت بالتلبیۃ وصب دماء الھدی۔ (روح البیان) ثجّاجًا کے معنی ہیں کثرت سے بہایا ہوا۔ اس سے لگاتار موسلا دھار برسنا مراد ہے تاکہ پانی زیادہ ہو اور اس سے نفع عظیم پہنچے۔ محاورۂ عرب یہ ہے:۔ ثجّ الماءُ یعنی پانی کثرت سے برسا اور بہ گیا۔ اور ثجّہ غیرہ اس وقت کہتے ہیں جب کہ کسی [illegible]

12. وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا 13. وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا

حمل متعدی مراد ہے یعنی تلبیہ باواز بلند پڑھنا اور قربانی کا خون بہانا۔"

قوم سے خطاب بہرحال ارشاد ہو رہا ہے کہ ہماری مہربانی دیکھو کہ اوپر کی سمت سے ہم تے پانی کے ریلے بہادئے تاکہ پانی کے اس بہاؤ سے زمین میں طرح طرح کے غلے اور قسم قسم کے نباتات سبزہ ترکاریاں پیدا کریں اور باغات سرسبز ہوں جن سے پھل، میوے، خوشبودار پھول پیدا ہوں۔ پانی کا اس طرح برسانا، اور زمین سے اس طرح مختلف النوع مفید اشیا کا پیدا کرنا جب ہمارے اور صرف ہمارے قبضۂ قدرت اور حیطۂ اقتدار میں ہے تو اس سے ذاتِ باری تعالیٰ کی توحید ثابت ہے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ زمین سے مردوں کو زندہ کرکے اٹھانا درحالیکہ انسان مٹی ہی سے بنا تھا ہمارے لئے کونسی مشکل بات ہے؟

قیامت کی ضرورت قیامت میں انسان کو دوبارہ اٹھانا اس لئے ضروری ہے کہ دنیا میں اس نے جو کام کئے تھے اس سے اس کا حساب لیا جائے۔ نیز اس کو اس کے اعمال کی جزا دی جائے۔ اگر حساب و کتاب اور عذاب و ثواب نہ ہو تو کائنات کی تخلیق کا کوئی مقصد ہی نہ ہوگا۔ تمام کائنات تو انسان کے لئے بنائی گئی اور انسان کی آفرینش کا کوئی مقصد صحیح نہ ہو تو انسان بلکہ ساری کائنات کی آفرینش عبث، بےکار اور مہمل ہوگی۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ حکیم علی الاطلاق ہے اور حکیم کا کوئی فعل، حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ مگر تمہاری اس تقریر سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ سب کچھ نظام کائنات لغو اور عبث ہے۔ ذرا غور کرو کہ یہ کیسی نکمی بات ہوگی؟

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ 78-17
78-18
أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ 78-19
78-20
فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ بے شک دن فیصلے کا ہے ایک وقت ٹھہرا ہوا' جس دن پھونکا جائیگا
صور تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں' اور کھول دئے جائیں گے آسمان تو ہوجائیں گے
دروازے ہی دروازے' اور چلائے جائیں گے پہاڑ تو ہوجائیں گے چمکتی ہوئی ریت"

یوم الفصل کیا ہے؟ یوم الفصل کیا ہے؟ فیصلے کا دن ہے جس میں حق و باطل کا فیصلہ کردیا جائے گا اور ہر مستحق کو اس کا حق دلا دیا جائے گا' یا وہ دن جس میں مومن اور کافر' سعید و شقی اور نیک و بد کو ایک دوسرے سے جدا کردیا جائے گا اور ہر ایک کو دوسرے سے الگ کھڑا کیا جائے گا پھر ہر ایک کو اپنے اپنے مقام پر پہنچا دیا جائے گا جو اللہ سبحانہ کے علم ازلی میں مقرر و متعین ہے۔ نہ کسی کے جلدی کرنے سے وہ جلد آسکتا ہے اور نہ کسی کے پیچھے ہٹا دینے کی درخواست پر وہ پیچھے ہٹایا جاسکتا ہے' خواہ کوئی اس کو مانتا ہو یا سرے سے انکار کرتا ہو اس کا اپنے وقت پر ظہور ایک اٹل فیصلہ ہے۔

یوم الفصل کی ضرورت یوم الفصل کی ضرورت اس وجہ سے بھی ہے کہ دنیا کی زندگی ملی جلی تھی۔ یہاں مومن و کافر' سعید و شقی' اور نیک و بد سب کے سب زمین پر ایک ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ چاند سورج' ہوا بادل' لیل و نہار سے یکساں فائدہ اٹھا رہے تھے۔

اللہ سبحانہ نے دنیا میں جو جو نعمتیں پیدا کی تھیں ان سے سبھی متمتع ہوتے تھے۔ درحالیکہ ان کا اعتقاد و عمل، اخلاق و کردار مختلف تھا۔ چونکہ حیات دنیا انسان کے حق میں امتحان گاہ تھی اس لئے یہاں ایسی ہی ملی جلی، مشترک زندگی مناسب حال تھی۔ لیکن حیات اخروی جو نتائج کے ظاہر ہونے کا مقام ہے اور حیات دنیا کی جزا ملنے کی جگہ ہے اس لئے ضرور ہے کہ دار آخرت میں ہر ایک کا مقام جدا جدا تجویز کیا جائے۔ اور ہر ایک کو اس کے مستحقہ مقام پر پہنچا دیا جائے تاکہ ہر ایک اپنے عقیدے و عمل اور اخلاق و کردار کے نتائج دیکھ لے اور اپنے کئے کا بدلہ پاتا رہے۔ نیک ہو تو نیک اور بد ہو تو بد۔

ظہور یوم الفصل کی نشانی اس یوم الفصل کا ظہور اس وقت ہوگا یَوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ۔ جس دن نورانی صور پھونکا جائے گا۔ جس کو حضرت اسرافیل لئے ہوئے امر ربانی کے منتظر ہیں کہ اب حکم ہوتا ہے یا جب؟ یہ نفخۂ ثانیہ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ نفخۂ اولیٰ میں تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اسی حالت میں چالیس سال گزر جائیں گے یا جتنی مدت اللہ سبحانہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ اور اس وقت کہا جائے گا جب کہ سب فنا ہو جائیں گے لمن الملک الیوم۔ آج کس کی بادشاہت اور حکومت ہے؟ اس سوال کا جواب دینے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔ خدائے بزرگ و برتر خود ہی اس کا جواب ارشاد فرمائے گا۔ للہ الواحد القھار۔ آج صرف اللہ سبحانہ کی بادشاہت اور حکومت ہے جس کا قہر

سب پر غالب ہے"۔ ساری کائنات اس کے حکم کے آگے عاجز اور مقہور ہے۔ کہاں ہیں آج جو شاہ و شہنشاہ، راجہ مہاراجہ کہلاتے تھے اور جن کے نام کے ڈنکے پٹتے جاتے تھے۔ سب زمین کے نیچے، بے کسی و بے بسی کے عالم میں دبے پڑے ہیں۔ یہ تو نفخۂ اولیٰ تھا۔ نفخۂ ثانیہ کا بیان آگے آرہا ہے۔

نفخۂ ثانیہ کا بیان پھر جس دن دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا تو تم سب کے سب (اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر) فوجوں کی فوجیں بنے چلے آئیں گے"۔ کوئی متنفس باقی نہ رہے گا جس پر اس پھونک کا اثر نہ ہوا ہو۔ جیسے فوجوں میں بگل ہوتی ہے تو تمام فوجیں، اپنے اپنے گھروں سے نکل کر میدان میں کھڑی ہو جاتی ہیں اسی طرح تمام انسان از آدم تا ایں دم جتنے تھے سب کے سب میدان محشر میں جمع ہو جائیں گے۔ گویا یہ نفخۂ ثانیہ ایک علامت ہے قبور سے اٹھنے اور میدان محشر میں جمع ہونے کی۔ اب تمام لوگوں کو معلوم ہو جائے گا بلکہ بچشم خود ہر ایک کو مشاہدہ ہو جائے گا کہ قیامت کے بارے میں اللہ کی کتابوں میں جو کچھ لکھا تھا۔ اور پیغمبروں نے اس کی خبر پیش از پیش دی تھی جس کی بابت بعض لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا تھے آج وہ پیشین گوئیاں حرف بہ حرف پوری ہو کر رہیں نیز جو مبارک ہستیاں اس کی تصدیق کرتی تھیں ان کی تصدیق دنیا کی زندگی کی حد تک علم الیقین کے درجہ میں تھیں اب ان کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہو گا۔ وہ بھی قیامت کا سماں

اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ منکرین تو دوبارہ زندہ ہو کر حیران و پریشان رہ جائیں گے لیکن مصدقین مسرت کے مارے پھولوں نہ سمائیں گے کہ آج ہمارے کئے کا ثمرہ ملنے کا وقت آ گیا۔

یوم الفصل کی دوسری نشانی دوسری نشانی یوم الفصل کے آنے کی یہ ہوگی :۔

وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا۔ اور کھول دئے جائیں گے آسمان، پھر ہو جائیں گے دروازے ہی دروازے۔" کفار قریش تو صرف قیامت کے منکر تھے۔ اور یہ انکار بھی محض ان کے جہل و نادانی اور سطحی معلومات کی بنا پر تھا۔ با ایں ہمہ ان کو سماوات کا انکار نہ تھا مگر بعض حکما و فلاسفہ وغیرہ مدعیان عقل و دانش بعد کو ایسے پیدا ہوئے جن کو اجرام فلکی کے وجود ہی کا انکار ہے۔ لیکن سماوات کے نہ ہونے پر اب تک کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی۔ ایسا دعویٰ بلا دلیل ان دانشمندوں ہی کو مبارک ہو ہم مسلمانوں کے لئے قرآن کریم اور احادیث شریفہ کافی ہیں۔ چنانچہ حدیث معراج میں بار بار ارشاد نبوی ہے :۔ فلما جئت الی السماء الدنیا قال جبرئیل علیہ السلام لخازن السماء افتح .... فلما فتح علونا السماء الدنیا .... حتیٰ عرج بی الی السماء الثانیۃ فقال لخازنھا افتح .... ففتح (بخاری عن انسؓ) جب میں قریب ترآسمان تک آیا تو جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے خازن سے کہا کہ دروازہ کھول دو۔ جب وہ کھول دیا گیا تو ہم قریب ترآسمان پر چڑھ گئے۔ پھر مجھے دوسرے آسمان تک چڑھایا گیا۔ (وہاں بھی جبرئیلؑ نے) اس کے خازن سے کہا کہ

کھولو۔ چنانچہ کھول دیا گیا"۔ اسی طرح ہر آسمان تک پہنچنے کے بعد جبرئیلؑ دروازہ کھلاتے گئے اور آپ کے کہنے پر ایک ایک دروازہ کھلتا گیا۔

آسمان کے دروازوں کا ثبوت اس سے معلوم ہوا کہ آسمانوں کے دروازے ہیں جو حکم الٰہی سے کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں۔ اس بست وکشاد میں اللہ سبحانہ کی کیا حکمتیں ہیں وہی جانے۔ اب یہاں ارشاد باری ہو رہا ہے کہ جب قیامت قریب ہوگی تو آسمان پھٹ جائینگے اور اس میں دروازے اور دروازے ہی ہو جائیں گے۔ آسمانوں کے شق ہونے اور پھٹ جانے کا بیان قرآن کریم میں کئی جگہ بصراحت وارد ہوا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اب قریب قیامت میں انشقاق و انفطار سماوات کا وقت آچکا ہو یا آسمانوں کے دروازے کھول دئے گئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

نو ایجادات سے قرآن و حدیث کی تصدیق رہا یہ امر کہ فی زمانناچاند وغیرہ میں راکٹ چھوڑے جارہے ہیں اور وہاں انسان اپنی مصنوعات کی مدد سے پہنچنا چاہتا ہے جیسا کہ ان دنوں بڑی بڑی سلطنتیں اسی تگ و دو میں لگی ہوئی ہیں۔ اگر وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی ہو جائیں تو خدا و رسول کے ارشادات اپنی جگہ اٹل ہیں۔ اکتشافات جدیدہ سے ایک ایک امر کی تصدیق ہی ہوتی جائے گی۔ جیسا کہ اب تک ایک ایک ایجاد سے تصدیق ہوتی رہی ہے۔ جسم عنصری کے ساتھ عالم بیداری میں آسمانوں پر پہنچنے کا اب تک جو انکار ہو رہا تھا

اب اس کا امکان ثابت ہو جائے گا اور واقعہ معراج کی تصدیق منکرین کو بھی کرنی پڑے گی۔ اسی طرح انسان کا آن واحد میں اتنی طویل مسافت کو طے کرنا جو زمانہ سابق میں مستبعد خیال کیا جاتا تھا اب محسوس و مشاہد ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر جاہلی شاعر طرفہ بن عبد کا یہ شعر کسی کلمہ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ تمثیلاً پڑھ سنایا تھا اس میں ان ہی پیش آنیوالے واقعات کی طرف اشارہ ہے :۔

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلاً ویأتیک بالاخبار من لم تزوّد

زمانہ عنقریب تم پر ایسی ایسی چیزیں ظاہر کردیگا جن کو تم نہیں جانتے اور تمھارے ہاں ایک ایک شخص زمانے کی ایسی خبریں لائیگا جس کے لئے تم نے زادراہ مہیا نہیں کیا اور نہ اس کے لئے کوئی میعاد مقرر کی ؛؛

بہرحال دیکھتے جایئے کیا کیا چیزیں زمانہ دکھاتا ہے مگر کوئی چیز فرمودۂ خدا اور رسول کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ مجال سخن دراز ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ اسی آیۂ کریمہ میں جواب موجود ہے۔

پہاڑوں کی روانی یوم الفصل کی نشانی

وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۔ اور چلائے جائیں گے پہاڑ تو ہو جائیں گے چمکتی ریت ؛؛ تیسری نشانی یوم الفصل کے آجانے کی یہ ہوگی کہ روئے زمین کے پہاڑ چور چور ہو کر روئی کے گالوں کی طرح اڑتے جائیں گے۔ اس وقت وہ پہاڑ ایسے دکھائی دیں گے جیسے سراب ہوتا ہے یعنی چمکتی ہوئی

ریت کہ دور سے دیکھو تو پانی ہی پانی نظر آنے لگتا ہے اگر کوئی پیاسا وہاں جاکر خود کو سیراب کرنا چاہے تو پانی کا پتہ تک نہیں۔ اسی طرح یہ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہونے کے بعد روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اُڑتے دکھائی دیں گے۔ کوئی خیال کرے کہ یہ بڑے بڑے پہاڑ کیسے اڑ رہے ہیں مگر وہ حقیقت میں اب پہاڑ نہیں رہے ان کی سختی اور ان کا ثقل سب دفع ہو چکا ہے صرف ان کی شکل باقی رہ گئی ہے۔ دیکھنے کو تو پہاڑ نظر آتے ہیں لیکن اب وہ روئی کے گالوں کی طرح ہو چکے ہیں۔ ارشاد باری ہے :۔ وتکون الجبال کالعھن المنفوش ۔ اور ہو جائیں گے پہاڑ' دُھنی ہوئی روئی کی طرح "

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۝ لّٰبِثِيْنَ 8-21 8-22

فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝ بے شک دوزخ ہے تاک میں' سرکشوں کا ٹھکانا' رہا کریں اس میں 8-23

قرنوں "

جہنم سرکشوں کا ٹھکانا طاغین (سر چڑھنے والے) یہاں تو احکام خدا و رسول سے طغیان (سرکشی) کر رہے ہیں مگر ارشاد باری ہو رہا ہے کہ جہنم ان کی تاک میں ہے۔ کب قیامت ہوگی اور کب یہ سرکش اس میں جھونکے جائیں گے ان کا ٹھکانا دار آخرت میں اسی جہنم کو بنایا گیا ہے جس میں احقاب (قرنہا قرن) گزرتے جائیں گے اور یہ سرکش اس کے عذاب میں گرفتار رہیں گے خلاصی اور چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

ابداً لآباد اس میں رہنا ہوگا۔

احقاباً کی تفسیر احقاب جمع ہے حقب کی۔ حضرت سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں:۔

سال علیؓ ابن ابی طالب ھلالا الھجری ما تجدون الحقب فی کتاب اللہ قال نجدہ ثمانین سنۃ کل سنۃ منھا اثنا عشر شھرا کل شھر ثلاثون یوما کل یوم الف سنۃ۔ (عبدالرزاق، فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر) حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ہلال ہجری سے (جو علمائے اہل کتاب سے تھے) دریافت فرمایا کہ ایک ایک حقب کی درازی تم کتاب اللہ میں کتنی پاتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہی پاتے ہیں کہ اسّی سال کا ایک حقب ہوتا ہے، ہر سال کے بارہ مہینے، اور ہر مہینہ تیس دن کا، اور ہر دن، ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ گویا اس حساب سے دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال کا ایک حقب ہوگا۔ اور ایسے کتنے احقاب ان کو دوزخ میں گزارنے ہوں گے ان کی کوئی گنتی نہیں۔

احقاباً سے نامتناہی مدت مراد ہے چنانچہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں:۔ الاحقاب ما لا انقطاع لہ کلما مضیٰ حقب جاء بعدہ حقب آخر قال وذکر لنا ان الحقب ثمانون سنۃ من سنی یوم القیامۃ۔ (عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر) احقاب ایسی مدت ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی جہاں ایک حقب ختم ہوا تو دوسرا

حقب اس کے بعد آیا"۔ استاد جلیل کہتے ہیں :-

زمانہ ہے کہ گزرا جا رہا ہے   یہ دریا ہے کہ بہتا جا رہا ہے

حضرت قتادہ نے یہ بھی فرمایا' ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک حقب اسّی سال کا ہوتا ہے' قیامت کے برسوں کے حساب سے"۔ یہ اشارہ ہے ارشاد باری تعالیٰ کی طرف انّ یوما عند ربّک کالف سنۃ ممّا تعدّون۔ تمہارے پروردگار کے پاس کا ایک دن' تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے"۔ اسی کے قریب قریب اور بھی روایات ہیں۔ جب سرکشوں کو ابدالآباد جہنم میں پڑے رہنے کی سزا مقرر ہے تو آج اس دنیا میں ان کے لئے لمحۂ غور و فکر ہے۔

78-24
لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۙ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۙ 78-25
جَزَاءً وِفَاقًا ۚ نہ چکھیں وہاں کچھ مزہ ٹھنڈک کا اور نہ پینا ملے کچھ' مگر کھولتا پانی 78-26
اور بہتی پیپ' بدلا ٹھیک ٹھیک"۔

دوزخیوں کی خوراک

تقریر بالا سننے کے بعد کہ سرکشوں کو جہنم میں کبھی ختم نہ ہونے والی مدت گزارنی ہوگی۔ یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ آخر وہ وہاں کیا کھاتے پیتے رہیں گے؟ اس کا جواب ارشاد ہو رہا ہے کہ جہنم کی دہکتی آگ میں ان کو کسی قسم کی ٹھنڈک تو کجا محض چکھنے کے لئے اس کا ذائقہ اور مزہ تک نہیں ملے گا اور نہ پینے کو

کچھ دیا جائے گا۔ اگر پیاس کی شدت اور آگ کی تپش اور سوزش سے پانی کے لئے فریاد کریں گے اور واویلا مچائیں گے تو دوزخ کا کھولتا پانی ان کو دیا جائیگا۔ اور دوزخیوں کے جسم پر جو آبلے اور پھوڑے ہوں گے ان کی بہتی ہوئی پیپ اور ریزش ملیگی۔ اس پر سوال ہوتا ہے کہ ایسی سخت سزا ان کو کیوں دیجائے گی تو جواب ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ بدلا ہے برابر کا۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

غساقاً کی تفسیر حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمیماً و غساقاً کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:۔ حَمِیماً قال قد انتھیٰ حرہ و غسّاقاً قال لقد انتھی بردہ و ان الرجل اذا ادنی الاناء من فیہ سقط فروۃ وجھہ حتّیٰ یبقی عظاماً تقعقع۔ (ابن مردویہ) حمیم کی کیفیت یہ بیان فرمائی کہ اس کی حرارت (گرمی) انتہا کو پہنچی ہوئی، اسی طرح غساق کی نسبت یہ فرمایا کہ اسکی ٹھنڈک بھی انتہا کو پہنچی ہوئی ہوگی۔ جب کوئی شخص اس حمیم یا غساق کو برتن میں لے کر اپنے منہ کے قریب لیجائے گا تو اس کے اثر سے اس کے منہ کی کھال، بال، جلد، گوشت، سب کچھ گر جائیگا صرف چہرے کی ہڈیاں، کھڑکھڑاتی رہ جائینگی۔" اعاذنا اللہ من ذلک۔

برداً کی دوسری تفسیر حضرت مُرہ (جو بظاہر امام تفسیر حضرت سعید بن جبیر کے شاگرد اور تابعین سے ہیں) فرماتے ہیں:۔ لا یذوقون فیھا برداً قال نوماً۔ (ابن المنذر)

سرکش (کافر) جہنم میں ٹھنڈک کا مزہ تک نہ چکھ سکیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں ٹھنڈک سے نوم (نیند) مراد ہے"۔ یعنی ان سرکش کافروں کو دوزخ میں کبھی نیند تک نہ آئیگی۔ اس وجہ سے کہ نیند چاہتی ہے خنکی اور سکون کو۔ اور کافروں کو دوزخ میں خنکی کی بھنک بھی نصیب نہ ہوگی۔ وہاں تو رات دن تپش اور سوزش سے سابقہ ہے۔ ایسی حالت میں خنکی کا کیا ذکر اور جب تک دماغ میں خنکی نہ ہو آرام وسکون کا گزر کہاں۔ اس پر بھی اہل دوزخ ٹھنڈک چاہیں تو غساق سے ان کی ضیافت کی جائے گی۔ جس کی ایک تفسیر دوزخیوں کے آبلوں کے پانی اور ان کے پھوڑوں کی ریزش اور پیپ سے اور دوسری تفسیر زمہریر سے کی گئی ہے جو نار دوزخ سے زیادہ رنج دہ اور مہلک سردی ہے۔ اللھم احفظنا۔

إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۙ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝ 78-27 78-28

بے شک وہ امید نہ رکھتے تھے حساب لیا جانے کی، اور جھٹلاتے رہے ہماری آیات کو تکرار کر"۔

سزائے مذکور کی علت ایسی سخت اور دائمی سزا کی علت بیان فرمائی جارہی ہے۔ یعنی ایسی سزا اور دائمی عذاب اس بنا پر ہے کہ ان کفار کو یوم الحساب کا یقین ہی نہ تھا۔ ہر چند کہ پیغمبروں کی زبانی اور کتاب اللہ کے ذریعہ مختلف پیرایوں سے دلائل و براہین کے ساتھ مثالیں دے دے کر سمجھایا جاتا رہا اور مختلف آیات سنائی جاتی رہیں مگر ان کو کسی بات پر یقین ہی نہ تھا نہ وہ ہمارے پیغمبروں کو پیغمبر سمجھتے تھے اور نہ ہماری آیات کو ہمارا کلام اور ہمارے احکام تسلیم

کرتے تھے ۔ ان کو اس کی توقع ہی نہ تھی کہ ایک دن دنیا کی اس زندگی کے کاموں کا ہم کو حساب

تبلانا ہے ۔ جو آیت بتائی جاتی اس کو وہ جھٹلاتے ہی رہے ۔ بس ایسے لوگوں کی یہی سزا ہے

جو اوپر سنائی گئی ۔

29- 30- وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَٰهُ كِتَٰبًا ۝ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا

عَذَابًا ۝ع اور ہر چیز گن رکھی ہے ہم نے لکھ کر اب چکھو کہ ہم نہ بڑھاتے جائیں گے تم پر

مگر عذاب ۔"

(آیت ۲۹، ۳۰ ع ۱) ربع

ہر چیز لکھی ہوئی ہے
ہر ایک کا بدلہ ملیگا

ہماری کتاب کی آیتیں اور پیغمبروں کی تقریریں جو تم کو دنیا میں وقتاً فوقتاً سنائی جاتی رہیں اور قدرت کے نشان جو تم کو بتائے جاتے رہے اور اس کے جواب میں تمہارا اعراض و انکار استہزا و تمسخر اور جو جو برا عمل تمہاری طرف سے ہوتا رہا ان تمام چیزوں کو کتاب اعمال میں ہم روز ازل ہی میں لکھ چکے جن کی گنتی اور تفصیل ہمارے ہاں محفوظ ہے ۔ اس سے درگزر نہیں کیا جا سکتا ۔ ایک ایک کرکے تمام اعمال کی سزا دی جائے گی اب اس کا مزہ چکھتے جاؤ ۔ کوئی عذرخواہی اب مفید نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی چیز ہم کو اس ارادے سے باز رکھ سکتی ہے جیسا جیسا وقت گزرتا جائیگا تم پر عذاب میں اضافہ اور زیادتی ہی ہوتی جائیگی ۔ جس طرح تم ہمارے پیغمبروں کی دل آزاری روز ایک نت نئے طریقے سے کرتے آئے ۔

قرآن کریم کی سخت ترین آیت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:- ما انزلت علی اھل النار آیۃ قط اشد منھا فذوقوا فلن نزیدکم الا عذابا فھم فی مزید من عذاب اللہ ابداً۔ (عبد بن حمید، ابن المنذر) آیہ کریمہ فذوقوا فلن نزیدکم الا عذابا جہنمیوں کی سزا کے باب میں ایسی شدید تر آیت ہے کہ پورے قرآن کریم میں اس سے سخت تر کوئی آیت نازل نہیں ہوئی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جہنمی لوگوں کے عذاب میں آناً فاناً اللہ سبحانہ کی طرف سے اضافہ ہی ہوتا رہیگا اور یہ اضافہ ابدالآباد جاری رہیگا۔

مضمون بالا کی توضیح حسن بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ قرآن کریم کی آیات میں سے کونسی آیت سب سے سخت تر ہے؟ تو آپ نے یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی (عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ) یہ بھی فرمایا:- فھو مقدار ساعۃ بساعۃ ویوم بیوم وشھر بشھر وسنۃ بسنۃ اشد عذابا۔ (ابن مردویہ) کافر ایک ایک ساعت، ایک ایک دن، ایک ایک مہینہ اور ایک ایک سال کی مقدار میں سخت سے سخت تر عذاب پاتا ہی رہیگا۔ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی میں حاضر تھا آپ نے فرمایا کہ قوم کفار اپنے پروردگار کی نافرمانیوں اور گناہوں کے باعث تباہ و برباد ہو گئی۔ پروردگار عالم ان پر اس درجہ غضبناک ہو گا کہ ان سے ایک ایک معصیت کا بدلہ لیگا اور انکی

3-31
3-32
سزا دیتا جائے گا"۔ یہ تو کافروں اور سرکشوں کا بیان تھا۔ اب مومنین متقین کا حال سنیئے:۔

3-33
3-34
إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۙ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۙ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۙ

وَكَأْسًا دِهَاقًا ۙ بے شک ڈر والوں کو کامیابی ہے' باغ ہیں اور انگور' اور نوجوان عورتیں' سب ایک عمر کی' اور جام چھلکتے"۔

متقین کی کامیابی

یقین جانو کہ متقین (اللہ کی ناراضی سے بچنے والوں) کے لئے کامیابی ہے جہاں ان کو ہر منہ مانگی مراد ملیگی۔ رہنے کو باغات' کھانے کو انگور' نوجوان ہم سن عورتیں جن کی اس حالت میں کبھی کوئی تغیر نہ آئے گا اور ان کا یہ حسن وجمال ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہیگا اور نہ جنتی مردوں کی جوانی کو کسی زوال سے سابقہ پڑیگا' اور پینے کو چھلکتے ہوئے جام' جب یہ تمام الوان نعمت اور ہر جہتی آرام وآسائش کا بہترین سامان وہاں مہیا ہے تو

عہ الكعوب نهود ثديها كالتكعب والكعابة والكعوبة ويقال كعب الثدي نهد (قاموس) تکعب' کعابۃ اور کعوبۃ اسی سے لئے گئے ہیں۔ کعب الثدی محاورہ عرب ہے۔ وفی الحدیث فجئت فتاة كعاب على ركبتيها۔ اس میں کعاب سے یہی مراد ہے"۔ والمرأة حين يبدو ثديها للنهود وهي الكاعب ايضا وجمعها كواعب۔ (مجمع البحار)

عہ دهاقا اى مفعمة (مفردات) (ممتلئة او متتابعة وماء دهاق كثير وادهقته ملأته (مجمع البحار) بھرا ہوا' ایک کے بعد دیگرے آنیوالا' اور ماء دھاق آب کثیر کو کہتے ہیں۔ اور ادھقتہ کے معنی ہیں' میں نے اس کو بھر دیا"۔

اور کیا چاہئے؟ دنیادار اہل ثروت جو اس دو روزہ حیوانی زندگی پر فریفتہ ہیں اور صبح سے شام اور شام سے صبح تک اس پر مرمٹ رہے ہیں جن کو نہ آخرت کا خیال اور نہ خدا اور رسُول کے احکام کی کوئی پرواہ' ان کو غور کرنا چاہیے کہ اگر ان کا مطمح نظر یہی حیوانی زندگی ہے تو اس کا بھی بہترین نظم' اللہ سبحانہ نے دار آخرت میں مہیا فرما دیا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور ابدالآباد قائم و برقرار رہیگا۔

جنت کی روحانی نعمتیں رہی اہل جنت کی اُخروی زندگی۔ وہ روحانی نعمتوں سے لبریز رہیگی۔ وہاں کی مجالس' اجتماعات' ملاقاتیں' تقریریں اور باتیں نیز لُطف صحبت کچھ اور ہی شان کا رہیگا' دنیا کی ان چیزوں کو ان کے ساتھ کچھ نسبت ہی نہیں۔ انتہا یہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ۔ بہتیرے نورانی چہرے ایسے ہوں گے جو اس دن اپنے آقا اور مالک رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ کی طرف دیکھتے ہوں گے"۔ اس کا بیان سورہ قیامہ میں گزر چکا ہے۔ حیات دنیا اور حیات آخرہ کا فرق' یوں ظاہر فرمایا گیا ہے:۔ انما الحیوۃ الدنیا لھو ولعب وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون۔ دنیوی زندگی تو محض کھیل کود ہے اور دار آخرت یعنی اخروی زندگی ہی یقیناً زندگی ہے۔ کاش! یہ اہل دنیا اس کو جانتے ہوتے"۔ اگر یہ اخروی زندگی کا علم حاصل کرتے تو دنیا کے ان کھلونوں پر قانع نہ رہتے۔

ایک سوال جنت میں شراب کے دور کا بیان سننے کے بعد بادی النظر میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ شراب خانوں میں عموماً ایک شور و ہنگامہ بپا ہوتا ہے۔ میخوار خوب پی کر بدمست ہوتے اور اپنی بدمستی میں ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے گالی گلوچ کرتے اور ایک دوسرے کو جھٹلاتے رہتے ہیں۔ کچھ نہیں تو کم از کم فضول اور بیہودہ بکواس ضرور کرتے ہیں عقلمند آدمی ایسی جگہ جانا تو کجا اس کی طرف پھٹک کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ پھر اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کو کب پسند کر سکتا ہے؟ اس کا جواب اس کے بعد کی آیۂ کریمہ میں دیا جا رہا ہے۔ ارشاد ہے:۔

3-35 لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۚ "نہ سنیں گے اس میں کوئی بیہودہ بات اور نہ جھٹلانا"

سوال مذکور کا جواب مطلب یہ ہے کہ ایسا سوال دارِ دنیا اور دارِ آخرت نیز شراب فجور اور شراب طہور میں فرق نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ دنیا فانی اور آخرت باقی' یہ دو روزہ برباد اور وہ دائمی ابدالآباد ہے۔ دنیا دار الغرور (دھوکے کی ٹٹی) اور دار الشر والفساد (برائی اور فساد سے بھری ہوئی) اور آخرت دار السرور (راحت اور مسرت کا مقام) ہے۔ دنیا کو آخرت سے کیا نسبت۔ اسی طرح شراب فجور جو اہل دنیا پیتے ہیں نجس اور اس کے پینے والے عقل اور ہوش و حواس کھوتے' احمقانہ

حرکات کرتے اور بیہودہ بکواس بکتے ہیں، نشہ اترتے ہی اپنے افعال پر نادم ہونا اس کی خرابی کی کھلی دلیل ہے۔ اور شراب طہور، پاکیزہ صاف ستھری، اس کے پیتے ہی پاکیزہ جذبات نشوونما پاتے اور علم و عرفان کے دروازے کھلتے ہیں، ملأ اعلیٰ کا شوق بڑھتا اور قرب وصال الٰہی کے مدارج طے ہوتے ہیں۔ بھلا بیہودگی اور جھوٹ کو وہاں کیا دخل؟

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۙ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۚ بدلہ ہے آپ کے پروردگار کی طرف سے بخشش کافی، جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور اس کا جو ان دونوں کے درمیان ہے بے حد مہربان، قدرت نہیں رکھتے اس سے بات کرنے کی۔"

جزآءً وفاقاً اور عطآءً حساباً کا فرق

کفار کے باب میں ارشاد ہوا تھا:۔ جَزَآءً وِّفَاقًا۔ (یہ عذاب ان کے برے اعمال کا) پورا بدلہ ہے۔" اور اب متقین کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے:۔ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا، بدلہ ہے آپ کے پروردگار کی طرف سے بخشش کافی۔" یعنی صورۃً یہ بدلہ ہے متقین کے اعمال صالحہ کا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ آپ کے پروردگار کی محض عطا و بخشش ہے اور بخشش بھی اتنی کہ لینے والا بھی فرط مسرت سے شکر گزاری اور کمال ممنونیت کے انداز میں بے اختیار شکوہ کوتاہیٔ داماں کرتے ہوئے حَسْبُ حَسْبُ۔ بس بس کہنے لگے۔ کیوں نہ ہو

یہ عطاء (بخشش) آپ کے پروردگار کی ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے سب کا مالک ہے۔ جو بے حد مہربان ہے۔ اللہ سبحانہ کی ایسی کافی بخشش جو متقین کے حال پر ہو رہی ہے اس کو دوسرا گروہ بھی دیکھ رہا ہے مگر مجال نہیں کوئی دم مار سکے۔

78-38 يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ جس دن کھڑی ہوگی روح اور فرشتے صف باندھ کر بات نہ کر سکیں گے مگر وہ کہ جسے اجازت دی رحمٰن نے اور کہی اس نے ٹھیک بات۔"

روح کی تفسیر یہاں روح سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف روایات ہیں:—

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

الروح جند من جنود الله ليسوا بملائكة لهم رؤس وايد وارجل ثم قرأ يوم يقوم الروح والملائكة صفا قال هؤلاء جند وهؤلاء جند۔

(ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ) اللہ سبحانہ کے لشکروں اور افواج میں سے روح کے بھی لشکر اور فوجیں ہیں جو فرشتوں کے سوا ہیں۔ ان کے سر اور ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ پھر آپ نے آیہ کریمہ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا تلاوت فرمائی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ روح بھی ایک لشکر ہے اور فرشتے بھی ایک لشکر ہیں۔"

روحانیین عکرمہ کہتے ہیں:۔ الروح اعظم خلقا من الملائکۃ ولا ینزل ملک الّا ومعہ روح۔ (عبد بن حمید، ابن المنذر) فرشتوں کے مقابلہ میں روحانیین بہت بڑی باعظمت مخلوق ہیں۔ کوئی فرشتہ اترتا ہے تو روحانیین بھی اس کے ساتھ ضرور اترتے ہیں۔

روحانیین دربان الٰہی ہیں ضحاکؒ فرماتے ہیں:۔ الروح حاجب اللّٰہ یقوم بین یدی اللہ یوم القیامۃ وھو اعظم الملائکۃ (ابو الشیخ) روح اللہ سبحانہ کے دربان ہیں۔ قیامت کے دن اللہ سبحانہ کے حضور میں کھڑے ہوں گے۔

دوسری تفسیر روح اعظم ان روایات میں کسی سے پایا جاتا ہے کہ روح ایک ہی ہے۔ اس صورت میں روح اعظم مراد لینا ہوگا جس سے تمام ارواح کا سلسلہ جاری ہوا ہے۔ اور بعض روایات سے ثابت ہے کہ ان کا لشکر عظیم ہے جو تمام مخلوقات کی تعداد سے بہت بڑا ہے اس صورت میں روح کو بطور اسم جنس قرار دینا ہوگا جس کا اطلاق قلیل وکثیر پر یکساں ہوتا ہے۔

تیسری تفسیر جبرئیلؑ کسی نے روح سے جبرئیل علیہ السلام کو مراد لیا ہے۔ اس بنا پر کہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ نے آپ کو روح القدس اور الروح الامین فرمایا ہے۔ اسکی تائید میں بھی روایات ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ ان جبرئیل یوم القیامۃ لقائم بین یدی الجبار ترعد فرائصہ فرقا من عذاب اللّٰہ

يقول سبحانك لا الٰه الّا انت ما عبدناك حق عبادتك ان مابين منكبيه كما بين المشرق الى المغرب اما سمعت قول الله يوم يقوم الروح والملائكة صفّا۔ (ابو الشیخ) یقیناً جبرئیل قیامت کے دن جبار جل جلالہ کے حضور ایستادہ ہوں گے ان کے چہرے اللہ سبحانہ کے عذاب کی دہشت سے کانپتے ہوں گے وہ کہتے جائیں گے کہ آپ کی ذات پاک ہے۔ آپ کے سوا (پوری کائنات میں) کوئی بھی مستحق عبادت نہیں۔ آپ کی عبادت کا جیسا حق ہے اس کو ہم بھی ادا نہ کر سکے۔ اس دن ان کے دونوں شانوں کے درمیان اتنا فصل اور بُعد ہوگا جتنا مشرق سے مغرب تک ہے۔ اس کی تائید میں آپ نے یہی آیۂ کریمہ پڑھی: ــ یوم یقوم الروح والملائكة صفّاً "۔ حضرت ضحاک نے بھی یہاں روح سے جبرئیل ہی کو مراد لیا ہے۔

چوتھی تفسیر ارواح بنی آدم بعض مفسرین کرام نے ارواح بنی آدم مراد لی ہیں۔ اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا: ــ حين تقوم ارواح الناس مع الملائكة فيما بين النفختين قبل ان تردّ الارواح الى الاجساد۔ (بیہقی) جس وقت بنی آدم کی روحیں فرشتوں کے ساتھ صف بستہ کھڑی ہونگی۔ یہ نفخۂ اولیٰ اور ثانیہ کا درمیانی وقت ہے جب کہ ارواح ابھی اجساد میں داخل نہوئی ہوں گی "۔ کیونکہ نفخہ اولیٰ میں سب فنا ہو چکے تھے اور نفخہ ثانیہ پر سب زندہ ہوں گے

ابھی اس کی نوبت نہیں آئی ہے۔

عرض فقیر فقیر کے نزدیک یہی قول واضح تر اور اقرب الی الصواب ہے۔ اسلئے کہ خطاب بنی آدم سے ہے اور روز قیامت کی اہمیت جتائی جارہی ہے۔ کفار اور منکرین کو یہ بتانا منظور ہے کہ تم اس وقت اگرچہ قیامت کے منکر ہو لیکن جب وہ دن آئے گا اور تمام ارواح بنی آدم اور جملہ فرشتے اپنی اپنی صفیں درست کرکے رب العالمین کے حضور میں کھڑی ہوں گی تو اس وقت تصدیق ہوجائے گی اور ہر ایک اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلے گا۔ مگر اُس وقت کی تصدیق کچھ کام نہ دیگی۔ یہی مضمون مذکورۂ بالا دیگر اقوال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے لیکن جیسی وضاحت قول آخر میں ہے ان میں نہیں۔ واللہ اعلم۔

لَا يَتَكَلَّمُونَ کی تفسیر بہرحال روح اور فرشتے جب اللہ سبحانہ کے حضور میں پرا باندھے قطار در قطار استادہ ہوں گے لَا يَتَكَلَّمُونَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔ تو بات نہ کرسکیں گے۔ سب دم بخود ہوں گے۔ کیونکہ وہ وقت رب العزت کے جلال کا ہوگا۔ ایسی حالت میں کس کو مجال دم زدن ہوسکتی ہے؟ نہ معلوم اس حالت میں کب تک کھڑا رہنا ہوگا۔ اور کتنی مدت گزر جائیگی؟ جبرئیل علیہ السلام کی حالت اور تسبیح اس وقت کیا ہوگی وہ تو آپ سن چکے۔ حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی رکوعہ وسجودہ سبوح

قدّوس رب الملائکۃ والروح۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی، بیہقی) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رکوع اور اپنے سجود میں عموماً یہ تسبیح پڑھا کرتے تھے:۔ فرشتوں اور ارواح کا مالک نہایت درجہ منزہ اور پاک ہے۔" گویا قیامت کا یہ منظر آٹھوں پہر نظر اقدس کے سامنے تھا۔ اور اس کے مناسب حال تسبیح ورد زبان رہا کرتی تھی۔" سچ ہے ع

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

اذن شفاعت یہی سبب ہے کہ لَا یَتَکَلَّمُوْنَ کے بعد یہ استثناء فرمایا گیا:۔ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔ مگر جس کو اجازت دی رحمٰن نے (اپنی بیحد مہربانی کی بناپر) اور اجازت یافتہ بھی وہی ہوگا جس کا قول صواب ہو۔" حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ قال صوابا قال شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ (ابن جریر، ابن المنذر، بیہقی، ابوالشیخ) قول صواب سے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی مراد ہے۔" مطلب یہ ہوا کہ شفاعت کنندہ کلمہ گویان اسلام ہوں گے۔ کسی کافر کو بات کرنے کی مجال نہ ہوگی۔ یہ بیان ہے شفاعت کا جو قیامت کے دن ہونے والی ہے جس کی صراحت احادیث شریفہ میں آئی ہے کہ باب شفاعت کے وا کرنے والے حضرت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سیدالانبیاء والمرسلین ہوں گے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین۔ پھر درجہ بدرجہ اس کا سلسلہ نومولود بچوں تک پہنچیگا کہ وہ بھی

78-39

اپنے ماں باپ کے حق میں شفاعت کریں گے۔ مگر یاد رہے کہ شفاعت انھیں کے حق میں ہوگی جو اس کے مستحق قرار دئے گئے ہوں یعنی مومنین۔ اور قال صوابا کا اشارہ اسی طرف ہے۔ واللہ اعلم

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝

وہ دن ہے برحق، پھر جو کوئی چاہے بنا رکھے اپنے رب کے پاس ٹھکانا۔"

قیامت برحق ہے وہ دن (روز قیامت) جس کا وعدہ دیا گیا ہے، برحق ہے۔ جو اپنے وقت پر آ رہیگا۔ خواہ اس کو کوئی مانے یا نہ مانے۔ جب اس کی آمد یقینی اور حقیقت نفس الامری ہے تو یوں سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ سبحانہ کے ہاں اس کا فیصلہ ہو چکا ہے اللہ سبحانہ کا کوئی فیصلہ بدل نہیں سکتا کیونکہ اس کی کوئی بات بدل نہیں سکتی ما یبدل القول لدی اسی طرح قیامت کا فیصلہ بھی اٹل ہے اور اس کا وقت مقرر ہے۔ جس میں تقدیم و تاخیر کی گنجائش نہیں۔ اب اس کا تعلق جس جس ہستی سے ہے اس کو علی الاعلان سنا دیا جا رہا ہے کہ جو چاہے ابھی سے اپنے رب کے ہاں اپنا ٹھکانا بنالے۔ کیوں کہ ابھی موقع ہے۔ اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا تو پھر کف افسوس ملتے رہنے کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جو اللہ سبحانہ کے ارشاد پر کان دھر کے اور اس پر نظر رکھ کے دل میں اس کی یاد تازہ کرتے اور جوارح سے اس کے مطابق کام لیتے ہیں اور نیک عمل کر کے پروردگار عالم

کے ہاں اپنا ٹھکانا بنا لیتے ہیں۔ ایسی ہی مبارک ہستیوں کا وہ انجام ہے جسکی تعبیر
اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا کے ساتھ فرمائی گئی اور اس کی خوشخبری سنائی گئی۔

3-40 اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا
قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ع بے شک

ہم نے آگاہ کر دیا ہے تمھیں ایک قریب (میں آنے والی) آفت سے جس دن کہ دیکھ
لیگا آدمی جو بھیجا ہے اس نے اپنے ہاتھوں اور کہیگا کافر اے کاش میں مٹی ہوتا"

صفحہ 2661 دیکھین

عذاباً قریباً کی تفسیر خطاب عام ہو رہا ہے جس میں مومن متقی و عاصی اور کافر و مشرک سبھی شریک ہیں کہ لوگو! ایک کٹھن ساعت عنقریب آنے والی ہے جس سے ہم نے پیش از پیش تم کو خبردار و آگاہ کر دیا کہ تمھیں کوئی عذر باقی نہ رہے' عذاب قریب ہے جمہور مفسرین نے قیامت کا عذاب مراد لیا ہے۔ یہ قریب اس اعتبار سے کہ قیامت کا آنا یقینی ہے اور یہ مسلم ہے:۔ کلّ ماھو آت قریب یعنی ہر وہ چیز جو آنے والی ہے قریب ہی کہلاتی ہے"۔ چنانچہ منکرین قیامت بھی جب قیامت میں اٹھیں گے تو یہی کہیں گے لبثنا یوما او بعض یوم۔ ہم قبروں میں ایک دن ٹھہرے تھے یا اس کا کچھ حصہ۔ اور بعض نے عذاب قریب سے دنیا کا عذاب مراد لیا ہے یعنی یہ واقعہ بدر کی طرف اشارہ ہے جس میں قریش کی ہمت ٹوٹ گئی تھی۔ بہرحال ارشاد ہو رہا ہے کہ ایسا آگاہ کر دینا بھی محض ہمارے وصف رحمانی اور بے حد و حساب مہربانی کا اقتضا ہے اور ایسا صاف اور واضح بیان مذکورۂ بالا آیات کریمہ میں کیا کہ اس بارے میں کوئی تشنگی نہ رہے نیز وہ طریقے بتلا دئے جن کو اختیار کرنے سے انسان کو نجات مل سکتی ہے اور ان چیزوں کی صراحت بھی کر دی گئی جن سے مصائب درپیش ہوتے اور مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اب تم جانو اور تمھارا کام۔

قدمت یداہ کی تفسیر وہ دن قبروں سے دوبارہ جی اٹھنے کا آئیگا اور سب کے سب

جی اٹھیں گے تو ایک ایک شخص اپنے ہاتھوں سے کئے ہوئے اور آگے بھیجے ہوئے کاموں کو دیکھنا شروع کرے گا جو اس کے نامۂ اعمال میں پورے پورے لکھے ہوئے ہیں۔ متقین تو اس نوشتۂ اعمال سے خوش ہوں گے اور شکر کریں گے۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ اللہ سبحانہ کا شکر ہے جس نے ہم کو اس مقدس دین اسلام کی ہدایت دی کہ منزل مقصود پر کامیابی کے ساتھ پہنچا دیا۔ اور ہمارا تو یہ حال تھا کہ اگر ہدایت الٰہی ہماری دستگیر نہ ہوتی تو ہم کبھی بھی اس راہ ہدایت پر گامزن نہ ہو سکتے۔ اور منکر کہیگا:۔ اے کاش! کہ میں مٹی ہوتا تو کیا خوب ہوتا۔

ویقول الکافر کی تفسیر | وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا۔ اور کافر کہیگا اے کاش! میں مٹی ہوتا۔ یہاں کافر سے کیا مراد ہے اس کی بابت حسب ذیل ۲ دو اقوال ہیں:۔

پہلی تفسیر | ا۔ کافر سے یہی منکرین مراد ہیں جو دنیا میں اللہ سبحانہ کے احکام اس کی کتابوں اور رسولوں کا انکار کرتے رہے۔ یحیی بن جعدہ فرماتے ہیں:۔ ان اول خلق اللہ یحاسب یوم القیامۃ الدواب والھوام حتی یقضی بینھا حتی لا یذھب شیئ بظلامۃ ثم یجعلھا ترابا ثم یبعث الثقلین الجن والانس فیحاسبھم فیومئذ یتمنی الکافر یا لیتنی کنت ترابا۔ (دینوری) سب سے پہلی مخلوق

جس سے اللہ سبحانہ قیامت کے دن محاسبہ فرمائے گا یعنی دنیا میں کئے ہوئے کاموں کا ان سے حساب لیگا وہ چوپائے اور گزندے ہوں گے تا آنکہ ان کے درمیان فیصلہ کردیا جائیگا ایسا کہ ان کے مظالم کی داستان سے کوئی چیز باقی رہنے نہ پائے گی۔ سب کا حساب چکا دیا جائے گا۔ پھر ان کو مٹی بنا دیا جائے گا۔ پھر جن و انس جو دو گروہ ہیں بہت بھاری اور اہمیت رکھنے والے ان کو اٹھایا جائے گا پھر ان سے حساب لیا جائے گا۔ اس دن کافر آرزو کرتا ہوگا "اے کاش! میں بھی ان چوپایوں اور گزندوں کی طرح مٹی بنا دیا جاتا" اور جہنم کی اس دائمی تکلیف اور عذاب سے مجھے واسطہ نہ ہوتا۔

قیامت میں تمام جاندار اُٹھائے جائیں گے

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں:۔ یحشر الخلائق کلھم یوم القیامۃ البھائم والدواب والطیر وکل شیئ فیبلغ من عدل اللہ ان یاخذ للجمّآء من القرنآء ثم یقول کونی ترابا فذلک حین یقول الکافر یا لیتنی کنت ترابا۔ (عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، بیہقی) قیامت کے دن، تمام مخلوقات، چوپائے اور زمین پر چلنے والے جانور اور پرندے اور تمام جاندار چیزیں اکٹھی کی جائینگی پھر اللہ سبحانہ کا عدل انتہا کو پہنچایا جائیگا، یہاں تک کہ سینگ والے جانوروں سے بے سینگ کے جانوروں کا بدلہ لیا جائیگا۔ پھر ان سب کو حکم ہوگا تم مٹی ہو جاؤ۔ یہ وہ وقت ہوگا جبکہ ایک ایک کافر تک کہنے لگیگا کہ اے کاش!

میں بھی مٹی ہو جاتا۔" یا یہ کہ میری ابتدا خاک سے ہوئی تھی میں خاک ہی رہتا۔ نہ انسان بنایا جاتا اور نہ کفر کی نوبت آتی اور نہ آج یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوتا۔

دوسری تفسیر ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں کافر سے ابلیس مراد ہے جس سے دنیا میں کفر کی بنیاد قائم ہوئی۔ روح المعانی میں ہے:۔ وقیل الکافر فی الآیۃ ابلیس علیہ اللعنۃ لما شاھد آدم علیہ الصلاۃ والسلام ونسلہ من المؤمنین وما لھم من الثواب تمنّی ان یکون ترابًا لانہ احتقرہ لما قال خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں کافر سے ابلیس علیہ اللعنہ مراد ہے۔ جب وہ مشاہدہ کریگا کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام اور مومنین جو آپکی ذریت سے ہوئے ان کو کیا ثواب ملا (اور ان کے کیسے درجات بلند ہوئے) تو آرزو کریگا کہ کاش میں بھی مٹی ہوتا کیونکہ اس نے مٹی کو حقیر جان کر کہا تھا کہ پروردگار! آپ نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور انکو گیلی سڑی ہوئی مٹی سے بنایا۔" لہذا میں آدم سے بہتر ہوں۔ پھر میں آدم کو سجدہ کس طرح کر سکتا ہوں؟ آج بروز قیامت اس کو بھی آرزو ہوگی کہ اگر میں بھی مٹی ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی۔ ابلیس لعین نے ظاہر حال پر نظر کی اور مٹی میں جو صفت تواضع وانکسار کی ہے اس کو نہ دیکھ سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دام لعنت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے گرفتار ہوا۔ اور حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام گو ایک دفعہ ابلیس کے فریب میں آگئے لیکن اس پر متنبہ ہوتے ہی عرق ندامت میں غرق ہوگئے اور توبہ کی تو نہ صرف توبہ قبول ہوئی بلکہ مراتب اور بڑھے یہاں تک کہ ابو الانبیاء والاولیاء والصدیقین

وشہداء وصالحین ہوئے صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین ۔ ۔

خاک را خوار وتیرہ دید ابلیس گرد انکارش آں حسود وخسیس

ماند غافل ز نورِ باطن او نہ شد آگہ ز سترِ کامن او

بہر گنجے کہ ہست در دلِ خاک ایں صدا داد او اند در افلاک

کہ بجز خاک نیست مظہرِ کُل خاک شو خاک تا بروید گُل

عم یتساءلون کو پڑھنے کی تاکید حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ من قرأ عم یتساءلون سقاہ اللہ برد الشراب یوم القیامۃ جو کوئی عم یتساءلون کی تلاوت کریگا اللہ سبحانہ قیامت کے دن اس کو ٹھنڈی ٹھنڈی شراب طہور سے سیراب کریگا۔"

اور حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ تعلموا سورۃ عم یتساءلون عن النبأ العظیم وتعلموا قٓ والقرآن المجید و والنجم اذا ھوی و والسماء ذات البروج و والسماء والطارق فانکم لو تعلمون ما فیھن لعطلتم ما انتم علیہ وتعلموھن وتقربوا الی اللہ بھن ان اللہ یغفر بھن کل ذنب الا الشرک باللہ ۔ سورۂ عم یتساءلون اور قٓ والقرآن المجید اور والنجم اذا ھوی اور سورۂ بروج اور سورۂ طارق کو سیکھو کیونکہ اگر تم کو معلوم ہو تا کہ ان مبارک سورتوں میں کیا بیان ہے اور کیسی برکت ہے تو جن کاموں میں تم لگے ہوئے ہو انکو چھوڑ دیتے اور دوسری کو

انکی تعلیم دیتے رہو اور انکے سیکھنے سکھانے کے ذریعہ اللہ سبحانہ کا تقرب حاصل کرو! اللہ تعالیٰ ان کے طفیل میں شرک کے سوا تمہارے تمام گناہ بخش دیگا۔"

سورۂ نبأ کی اہمیت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:—

قلت یا رسول اللہ اسرع الیك الشیب قال شیبتنی هود والواقعة والمرسلات وعم یتساءلون واذا الشمس کورت (کشف الاسرار) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بڑھاپا آپ پر جلد آگیا تو ارشاد فرمایا کہ سورۂ ہود، واقعہ، والمرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا بنا دیا۔" یعنی اس میں قیامت کی ہولناکیاں جو بیان فرمائی گئی ہیں ان سے متاثر ہو کر میں بوڑھا ہو گیا۔

برادران اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کیا کریں، اور بحالت موجودہ جو غفلت وجمود عامہ طاری ہے اس کو دفع کرنے کے لئے کم از کم ان چند سورتوں کو خصوصیت کے ساتھ پڑھتے رہیں تاکہ جو مخصوص فضائل انکے بتلائے گئے ہیں ان سے بہرہ اندوز ہوں، بلکہ ان کے معانی ومطالب پر بھی نظر رکھیں۔ کیونکہ قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے اور یوں ہی بلا سمجھے پڑھنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ واللہ اعلم۔

سورۂ نبأ کی تفسیر ختم ہوئی وللہ الحمد۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین —— ۱۱ ربیع المحبوب رؔ ۱۳۷۹ھ۔